R. No 2186d44. Regd. No A. 922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ایک پرچہ

جلد ۲۰ - شمارہ ۲۵ | اڈیٹر - آل احمد سرور | علی گڑھ - یکم جولائی سنہ ۱۹۶۱ء

نصیرالدین ہاشمی

ایک قدیم شاعر فتاحی

نواب سالار جنگ کے کتب خانے میں فتاحی تخلص شاعر کی چار قلمی کتابیں محفوظ ہیں۔ ان چاروں کو ایک شخص کی تصنیف قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ ان کو دو علیحدہ شخصیتوں پر تقسیم کرنا درست ہو سکتا ہے۔ چار مخطوطات کے منجملہ "مفید الیقین" کے دو نسخے ہیں۔ ایک کتاب شعب ایمان سے موسوم ہے اور ایک قصۂ زقوم بادشاہ ہے۔

"فتاحی" کے متعلق تمام قدیم تذکرے اور تاریخ ادب کی کتابیں ساکت ہیں اس لئے دیگر ذرائع سے فتاحی کے متعلق کوئی روشنی نہیں ڈالی جا سکتی البتہ ان ہی کتابوں سے فتاحی کے متعلق جو باتیں معلوم ہوئی ہیں ان کی صراحت کی جاتی ہے۔

(۱) مفید الیقین۔ اس کتاب کی تصنیف سنہ ۱۰۹۵ھ میں ہوئی ہے اور شاعر کا تخلص فتاحی ہے اور کتاب کا نام "مفید الیقین" ہے جسب ذیل اشعار سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

سو ہجرت بعد از برس یک ہزار | نود ہوا تھا پانچ کا بھی شمار
اوسی میں مرتب ہوا یو تمام | کہ صلواۃ بھیجو نبی پر مدام
یو فتاحی تیرا کمینہ غلام | ترے سوں تجھ دل باندھیا ہے مدام

کیا خوش بیاں معجزا یو تمام | فتاحی محمد نبی کا غلام
مفید الیقیں نام اس کا توں جان | ہو قوت یقیں کوں پیوستہ اس کوں جان
یو فتاحی جان و دل سوں مدام | ہزارا محمد پہ ہونا سلام

یو فتاحی کوں معجزا یو تمام | قیامت کے سردار پہ کر سلام

یو فتاحی میں بہوت گنہگار ہوں | جو امت میں تیری بہوت خوار ہوں
یو فتاحی خادم سو حسین...... ہے | تیرے بن دیکھے دل سو ویران ہے
یو فتاحی کمترین کمینہ ہے خوار | قدیم اس اوپر تجھ کوں ہے بہوت پیار
سو اب ہیں رہیا اس ہیں کچھ آب تاب | کرو رحمت کا تجکوں دیا توں خطاب
سو اور رفعتی خوار حیران ہے | تجے نہیں دیکھیا سو پریشان ہے

---

(۲) شعب ایمان سے واضح ہوتا ہے اسکی تصنیف سنہ ۱۱۳۰ھ میں ہوئی ہے مصنف کا نام محمد رفعتی اور تخلص فتاحی تھا۔ ملاحظہ ہوں اشعار ذیل :-

محمد رفعتی ناوں اپنا دھریا ہوں | سو فتاحی تخلص اب کیا ہوں
سو شعب ایماں رفعتی اس کا کیا نام | کرو اب آخرت کے سب انجام
ہزار یک سو پر سن تیس اب برس ہیں | سنے ہیں سال ہجرت کے سمج ہیں
سوا سو بیت اس کے میں کہا ہوں | او لند ساماں جواہر کے لیا ہوں

ان کتابوں کے اشعار سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ محمد رفعتی نام اور فتاحی تخلص تھا۔ ایک کتاب سنہ ۱۰۹۵ھ اور دوسری کتاب سنہ ۱۱۳۰ھ میں تصنیف ہوئی ہے۔

(۳) قصۂ زقوم بادشاہ مخطوطے سے جو باتیں واضح ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ شاعر کا نام داؤد شاہ تھا اور فتاحی کے ساتھ خاکی بھی اپنا تخلص قرار دیا تھا سنہ ۱۰۹۲ھ میں اس کی منظوم داستان کی تصنیف ہوئی ہے۔ اشعار ذیل ملاحظہ ہوں :-

مرا ناؤں داؤد شاہ ہے گرچہ لیک
تخلص ہے خاکی کا غزلاں میں دیکھ

اگرچہ اس مثنوی کے ابتدائی بحر سے آخری تین صفحے کی بحر علیحدہ ہے جس میں فتاحی تخلص اور تاریخ تصنیف اور کتاب کا نام خلاصہ لکھا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو :-

شفا فتاحیا کو سارے بلا سوں   سدا دیوے اپنا لقا سوں
ہزار اور پر تو دو اگل تھے سال   شمار اتنا رہے ہجرت کا حال
دعا سوں یاد فتاحی کوں کرنا   بندے کوں فاتحہ سوں نا بسرنا
کیا اتمام فتاحی خلاصہ   چھوٹے عشق میں فتاحی خلاصہ

دکن میں ایک شاعر "خاکی" کا بھی پتہ چلتا ہے جس کو ولی کا ہمعصر قرار دیتے ہیں اور خزانۃ الاصفیا سے واضح ہوتا ہے کہ داؤد شاہ خاکی تخلص پنجاب کے صوفی بزرگ اور شاعر بھی تھے مگر یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ قصہ رزم شاہ انکی تصنیف ہے یا کیا؟ اس لئے آخر الذکر مثنوی قصہ رزم شاہ کو متروک کرکے یہاں سر دست صرف ادل اللہ کردہ کتاب ور کاملہ محمد تقی نام اور فتاحی تخلص شاعر کے حالات مذکور ہیں جیسا کہ تذکرہ کیا گیا ہے مفید الیقین کے دو نسخے سالار جنگ کے کتب خانے میں ہیں۔ ایک نسخہ نامکمل ہے اور دوسرا مکمل ہے۔ اس کتاب میں آنحضرتؐ کے مختصر حالات اور معجزات وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس مثنوی کا آغاز:-

کروں دنمو سیوں ورفشانی تجے   دھروں عجز سوں پیچھے ستائی تجے
معلق لگن کو کیا ہے سو توں   سورج چاند تارے دھریا ہے سو توں

مثنوی میں حمد و نعت سیدنا عبد القادر جیلانی کی مدح کے بعد نفس مضمون شروع ہوا ہے۔ نور محمدی آپ کی ولادت اور پھر سیرت مبارک کے بعض پہلو کا بیان ہے۔ زیادہ تر معجزات کا عنوان دیا گیا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

بی بی خدیجہ کی شادی کا حال اور سراپا مقدس

گئے ہیں محمد اپن گھر کوں جب   لگے بیاہ کا ساماں کرنے سو تب
مرتب ہوا بیاہ کا ساماں سب   گئے ہیں خدیجہ کوں معلوم تب
خدیجہ بھی ساماں سب بھجوا کے   بو طالب کے تئیں یو خبر بھیجنے
بلائے قریشاں بو طالب نے سب   بلائے ہیں بعض جتنے تھے عرب
قبیلے قریشاں کے سب آملے   عجب نور عینی کے در سب کھلے
نبی نے عمامہ بندے سروری   پہنے تن پہ جامہ سے پیغمبری
بلند قد تھے لیلۃ القدر سوں   چمکتا اپچھے ہو سے بدر سوں
سیہ زلف والیل یغشی کی جوں   منور جبیں والضحیٰ کے سو تیوں
سو خوش ہوں اتھا نور پر نور تیوں   ہزاراں سوں شرمندہ ہیں سو رتیوں

اسی تفصیل میں دعوت میں فرشتوں کا شریک ہونا اور دعوت کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔

دھولاہات فارغ ہوئے ہیں جداں   گئے مختصر لوگ آسنے نداں
نبی کا اسی وقت باندے نکاح   ہوئے جب خدیجہ نبی کو مباح
خدیجہ نے خلعت سو بھیجے براں   سگل خلق کوں تب دے خلعتاں
تنے مجلس کوں بیحد سو بخشش تب   ہوئے مجلسی بہوت خوش حال سب
ملا مشک عنبر گلابی کدم   یو خوشبوئے سوں خلق ہو سب قدم
لگائے ہیں مجلس کوں خوشبو جب   نہایت ہوا ذوق عالم کوں تب
جتے مجلس ہور ہے شمار ال   کر ایک طرف سوں تھے سب نہال
چلے جلوے خانے کے خوش بات لے   خدیجہ کے گھر کوں شرف بہوت دے

ابوجہل اور آنحضرت صلعم

محمد نبی یوں فتح بازی گئے   دو ملعون کوں یوں ہزیمت دئے
گیا تھا سو ملعون آپس گھر کتیں   محمد آپس گھر کوں تب آئے ہیں
ہزیمت دئے ہیں جو دشمن کو جب   محمد کے یاراں تھے خوش حال تب
خجل ہو ابوجہل گھر میں رہیا   بلا اپنے یاراں کوں یوں کر کہیا
محمد سو بچال زور آور ہیں   سو خاصہ محمد میں کچھ زور نیں
کہ جس بات آئے ہمیشہ ہمیں   پڑیا ہے پھتروں سو دیکھنے تمہیں
صبا خاص ہر عام مجلس کریں   او پھتورے کوں وو میاں لیجا کر دھریں
بلا بھیج صبا محمدؐ کوں تو   محمد بولانے میں آوے گا جو
قریشاں کوں یک دھرتے حاضر کریں   بوطالب کتیں کہا کر نظر کریں
محمد کا بڑا قبیلہ جتا   ہو حاضر دونوں طرف آتا دتا
ملے دو قبیلے دونو طرف جب   پھتو لک محمد کوں لیتا ہیں تب
ہنر زور میں ہوں فاضل بہوت   ہوا اتنا ہور کشتی میں کامل بہوت
محمد میں اتنا کہاں زور ہے   گلے میں مرے زور کا شور ہے
اٹھاؤں یو پھتورے کوں یکبار میں   اٹھالیوں پھتورا اور یک بات میں
تماشا یو سب خلق دیکھیں گے جب   عجب ہو کر شاباش بولیں گے سب
محمد کوں بولیں اٹھاتوں سو اب   محمد اٹھا نیں سکے گا سو تب
محمد کیوں شو ہو کر تب جائے گا   خلق میں خجل ہو کر غم کھائے گا

---

(۲) شعب ایمان کے سوا سو شعر ہیں۔ اس میں عقائد اور فقہ کے سو مسئلوں کو بیان کیا گیا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:-

لکھوں حمد و ثنا اس پاک رب کوں   جنے پیدا کیا خلقت عدم سوں
شرف دیا خلق میں سب بشر کوں   شفیع کو مصطفےٰ روز حشر کوں
درود وہاں حق نے ہوواں پر دم بدم   شفاعت اسکا کون ہے کام جم

کہے جیوں سبھی فتاحی کوں سب   کہیا تیوں شعب ایماں رفیق اب

جو افضل شاخ کلمہ کوں تو جان   فرشتا میں ایمان دوجا پچھان

بھی پانچواں شعب سو روز حشر سوں   یہی ایمان خوشدل اے بشر توں
چھٹا یو شعب تو ایمان لائے   قبر سوں اٹھنا سب پہنچ پچھانے
اتھا دبسوں نہ بھاگے نوں نہ کفار   لڑائی میں ہو ثابت قدم نوں قدم گاڑ
جو بازی شرع میں منع ہوا ہے   جو جائز شرع میں ہیں سب پڑا ہے
ہو لکیا لیس رہنا دور لعب سوں   کرے کسو لہو بازی سے آپس کوں
بیالیسواں کرے ہرگز نہ اسراف   نہ مسک ہوئے ہرگز تو اے اشراف

جو اولاد ہور اہل کا حق ہے گنجیں   رعایت ہور عقل سوں نے ہر اہیں
اسے تو اب ساتواں اب شعب جان   محبت اہل دین کمیشت پچھان

قصہ رزم شاہ کے مصنف داؤد شاہ المتخلص بہ خاکی اور فتاحی کے متعلق آئندہ پھر کبھی صراحت کی جا سکتی ہے۔

اداریہ

درسی کتابوں کا مسئلہ

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اُردو میں ابتدائی تعلیم اور ثانوی تعلیم کا انتظام ہوتا بھی ہے تو اچھی درسی کتابیں نہ ہونے کی وجہ سے یہ انتظام ناقص رہ جاتا ہے۔ جہاں جہاں ریاستی حکومتوں نے کتابیں مہیا کی ہیں اور ان کا معیار بھی ایک حد تک قابل اطمینان ہے وہاں کتابیں وقت پر نہیں ملتیں اور نہ مطلوبہ تعداد میں ملتی ہیں۔ ایسی صورت حال پر توجہ فی الحال صرف یہی کرنا چاہیے کہ ریاستی حکومتوں کے متعلقہ شعبوں کو بہت پہلے سے آگاہ کیا جائے اور خاصی تعداد میں کتابیں چھپوانے کی ضرورت پر زور دیا جائے۔

لیکن جن ریاستوں میں حکومت کتابیں مہیا نہیں کرتی بلکہ ناشروں کی تیار کی ہوئی کتابوں کی منظوری کو کافی سمجھتی ہے اور تعلیمی ادارے ناشروں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں، وہاں صورت حال زیادہ تشویشناک ہے۔ ناشروں کا عام طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں سے قلیل معاوضے پر انتخاب تیار کراتے ہیں۔ انھیں اُلٹا سیدھا چھپوا لیتے ہیں اور پھر کسی نہ کسی طرح انھیں منظور کرا لیتے ہیں۔ جن لوگوں سے کتابیں تیار کرائی جاتی ہیں انکو بہت قلیل معاوضہ دیتے ہیں۔ کبھی کبھار تیار شدہ مسودوں کو کسی مشہور آدمی کی خدمت میں پیش کر کے ایک رقم کے بدلے میں اس کا نام استعمال کرتے ہیں۔ یہ لوگ ادبی حیثیت رکھتے ہوئے، ابتدائی یا ثانوی تعلیم کی منزل پر طلبہ کی نفسیات، ان کی ادبی صلاحیت، زبان اور ادب کی تدریس کے مسائل اور اساتذہ کی ضروریات کا پورا پورا علم نہیں رکھتے، اس لئے اُن کے نام کی وجہ سے جو کتاب منظور ہوتی ہے وہ لازمی طور پر طلبہ کے لئے مفید نہیں ہوتی۔ گویا کتابوں کی تیاری کا کام تجارتی اغراض کے تحت ہوتا ہے، تعلیمی اور ادبی ضروریات کے تحت نہیں ہوتا۔

اس لئے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ پہلے اُردو میں ابتدائی اور ثانوی مدارج کے لئے اُردو سکھانے اور اُردو کے ذریعے سے دوسرے مضامین سکھانے کی جو علٰحدہ علٰحدہ ضروریات ہیں ان پر وہ لوگ جو اس منزل پر تعلیم کا تجربہ رکھتے ہیں، غور کریں۔ اُن کے سامنے طلبہ کے اعداد و شمار ہوں، موجودہ درسی کتابیں ہوں اُن کے ساتھ کچھ ماہرین لسانیات بھی بیٹھیں اور کچھ ایسے ماہرین بھی جو تعلیمی نقطۂ نظر سے نصاب کی کتابوں کے تیار کرنے کا تجربہ رکھتے ہوں۔ ان لوگوں کی رپورٹ میں مبہم سفارشات کے بجائے صاف اور واضح ضروریات کا بیان ہو اور ان سفارشات پر حکومتیں عمل کریں۔ دوسرے اس بات کی ضرورت ہے کہ ناشروں کی تیار کی ہوئی کتابوں کا سلسلہ رفتہ رفتہ ختم کیا جائے اور عام طور پر حکومتیں درسی کتابیں تیار کرائیں۔ حکومتیں اس کام کے لئے ماہرین کی کمیٹیاں بنائیں۔ ان کمیٹیوں میں انجمن کے نمائندوں کو بھی شریک کریں اور اپنے علاقے کے ماہرین تعلیم کو بھی، اور ان کمیٹیوں کی تیار کردہ کتابوں کو ہی تعلیمی اداروں میں رائج کریں۔ ناشروں کی تیار کردہ کتابوں کو رفتہ رفتہ ہٹا لیں۔

تیسرے اس بات کی ضرورت ہے کہ درسی کتابوں پر ریسرچ کا ایک شعبہ ہر شعبۂ تعلیم کے ساتھ ہو اور یہ شعبہ صرف سرکاری یا علاقائی زبان میں کتابیں تیار نہ کرے بلکہ ریاست کی اقلیت کی زبان میں بھی۔ اکثریت کی زبان کی ضروریات تو بہر حال پوری ہو جائیں گی ریاستوں کو اقلیتوں کی زبان کی مفید اور مناسب کتابوں کی تیاری پر خاص طور سے توجہ کرنا چاہیے۔

چوتھے اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ جہاں تک اُردو درسی کتابوں کا تعلق ہے انجمن کی ہر ریاستی شاخ، درسی کتابوں کے کام میں حکومت کو مشورہ اور مدد دینے کے لئے، ایک علٰحدہ کمیٹی قائم کرے جو صرف ان لوگوں پر مشتمل ہو جو اس کام کا تجربہ رکھتے ہیں۔ یہ کمیٹی طلبہ کی تعداد، اداروں کی تعداد، طلبہ کی ضروریات، اساتذہ کے معیار، سب کے متعلق ریاستی حکومتوں کو توجہ دلاتی رہے۔

درسی کتابوں کے مسئلے کو اب انفرادی کوششوں یا تجارتی اداروں پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اسے اب قومی ضرورت کے تحت لاکر حکومت کے ذریعے سے حل کرنا چاہیے۔ ان کتابوں کے مواد کا ہی نہیں ان کی طباعت کا بھی سوال ہے۔ کتابت بہت باریک نہ ہو، تصویروں کی خاصی تعداد ہو، کاغذ اچھا استعمال کیا جائے۔ اسباق میں تدریجی ارتقا ہو۔ طلبہ کو ہر منزل پر کتنے الفاظ اور اظہار کے کتنے معیار دینے ہیں ان کا پورا پورا علم ہو۔ علاقائی یا مقامی خصوصیات کے التزام کے ساتھ قومی وحدت اور سالمیت میں مدد ملے۔ کتابیں خلوص اور خدمت کی طرف لے جائیں، رواداری اور تہذیب کی علم برداری کریں، قومی کردار بنائیں، شہریت کے اصول ذہن نشین کریں اور زبان و ادب کی صحیح بنیاد ڈالیں۔

انجمن نے درسی کتابوں کے مسئلے پر ایک کمیٹی بنائی ہے جو عنقریب تمام مسائل پر غور کر کے اپنی رپورٹ دے گی اور یہ رپورٹ ہماری زبان میں شائع ہوگی۔ اس سلسلے میں ہماری زبان کے پڑھنے والے اگر مختصر طور پر خطوط یا مضامین کے ذریعے سے اظہار خیال کریں تو کمیٹی کو یقیناً مدد ملے گی۔

اِدھر اُدھر سے

راشٹرپتی کی خودنوشت سوانح حیات کا اُردو ایڈیشن

ساہتیہ اکیڈمی کے سکریٹری شری کے۔ آر کرپلانی نے راشٹرپتی ڈاکٹر راجندر پرشاد کے خودنوشت سوانح حیات کا اُردو ایڈیشن پیش کیا۔ اس ایڈیشن کا عنوان ہے "اپنی کہانی" اور یہ ساہتیہ اکیڈمی کی

طرف سے "شمع بک ڈپو" نئی دہلی نے شائع کیا ہے اس کا ترجمہ اُردو کے مشہور شاعر و ادیب گوپی ناتھ امن نے اصل ہندی سے کیا ہے۔

راشٹرپتی نے شری کرتار (؟) کے علاوہ شری گوپی ناتھ امن، شری حافظ محمد یوسف دہلوی اور شری یونس دہلوی ناشرین کے نمائندوں نیز ساہتیہ اکیڈمی کے شری کیشم چندر سین سے ملاقات کی۔

اس سے قبل راشٹرپتی کے خود نوشت سوانح پنجابی، مراٹھی اور کنڑ میں شائع ہو چکی ہے۔

کتابوں کی بین اقوامی سالانہ نمائش

فرینکفرٹ میں ۱۰ ر سے ۲۲ ر اکتوبر تک دنیا بھر کی کتابوں کی سالانہ بین اقوامی نمائش منعقد ہو گی۔ توقع کی جاتی ہے کہ اس میں دنیا کے لگ بھگ دو ہزار ممتاز پبلشرز حصّہ لیں گے۔ یہ نمائش ہندوستان کے لئے ایک خصوصی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اس میں ڈاکٹر ایس رادھا کرشنن جرمن بک ٹریڈ کا امن سے متعلق انعام حاصل کریں گے۔

نمائش میں مرکزی سرکار کی طرف سے پبلیکیشنز ڈویژن کے ڈائرکٹر کتابوں سے متعلق ہندوستانی صنعت کی نمائندگی کریں گے اس سلسلے میں بھارت کے تمام پبلشروں کو اپنی منتخب کتابیں پبلیکیشنز ڈویژن کے پاس بھیجنے کے لئے دعوت دی جارہی ہے۔ نمائش میں رکھنے کے قابل کتابوں کا آخری انتخاب تین ممبروں کی ایک کمیٹی کریگی جس میں اطلاعات اور نشریات، تعلیم اور سائنسی تحقیق و ثقافتی امور کی وزارتوں کے نمائندے شامل ہوں گے۔

ٹیگور تھیٹر کی تعمیر

حکومت مہاراشٹر اگرو دیو رابندر ناتھ ٹیگور کی یادگار کو دوام بخشنے کے لئے ایک تھیٹر تعمیر کرے گی۔

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر مسٹر وائی بی چاوان نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ اس منصوبہ میں حکومت نے دس لاکھ روپے کا فنڈ تھیٹر کے لئے الگ کر دیا ہے اور تیرہ لاکھ پچیس ہزار روپیہ کلچرل اداروں کی امداد کے لئے مہیا کیا گیا ہے۔

ریاست کا ادب اور کلچرل بورڈ جس کا مقصد مراٹھی زبان کو ترقی دینا ہے اس کے لئے مزید ۲۶ لاکھ روپے کی منظوری ہو گی۔

ٹیگور کی تصنیف "بنسری" کا نسخہ

ہندوستان کی ایک ممتاز شاعرہ مسز ہیتی میتری دیوی نے روس کے لوگوں کو ٹیگور کی ایک تصنیف "بنسری" کا قلمی نسخہ پیش کیا ہے۔ اس میں ٹیگور کی بنائی ہوئی تصاویر بھی ہیں۔ ماسکو میں پیش کش کے اس موقع پر جو لوگ جمع تھے انھیں خطاب کرتے ہوئے میتری دیوی نے کہا کہ ہندوستان کے لوگوں کی طرف سے سوویت یونین کے لوگوں کو یہ تحفہ پیش کرتے ہوئے مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ میں یورپ کے آدھے ملکوں میں جا چکی ہوں لیکن میں نے کہیں اتنے بڑے پیمانے پر ٹیگور کی تصانیف کا ترجمہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا، اور نہ دوسری جگہ اتنے بڑے پیمانے پر ان کی تحریروں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ادیبوں کی یونین کے بیرونی کمیشن کے صدر یوگینی ترومشنکو نے سوویت ادیبوں کی طرف سے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ شریمتی دیوی کے اس تحفہ کا ہم دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اُردو ٹائپ کے حروف لگانے کی خودکار مشین

روسی خبر رساں ایجنسی تاس نے اطلاع دی ہے کہ لینن گراڈ کے طباعت کا سامان تیار کرنے کے کارخانے میں اُردو، ہندی، بنگالی، مرہٹی، فارسی، عربی، پشتو اور بعض دوسری زبانوں کے ٹائپ کی خودکار مشین تیار کی گئی ہے۔

ایجنسی نے بتایا ہے کہ یہ مشین ، گھنٹے میں ۴۰ ہزار ٹائپ حروف لگا سکتی ہے۔ اس سے قبل کتابوں کی طباعت میں ٹائپ کے حروف ہاتھ سے لگائے جاتے تھے۔

یہ مشین یورپی زبانوں کے لئے بھی استعمال کی جا سکتی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ عبارت ٹائپ کرتے وقت حروف ایک کاغذ پہ کٹے جاتے ہیں جن سے بعد میں سیسے کی پلیٹ تیار کی جاتی ہے۔

اُردو شاعر سیلا رام وفا کے لئے حکومت پنجاب کا وظیفہ

حکومت پنجاب نے اُردو کے مشہور شاعر سیلا رام وفا کے لئے ماہانہ ایک سو روپے الاؤنس دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ جناب وفا کے اعزاز میں منعقدہ ایک خیر مقدمی تقریب کو مخاطب کرتے ہوئے نائب وزیر تعلیم جناب لیش نے کہا کہ وفا نے ملک کی جو خدمات کی ہیں اس کے پیش نظر حکومت پنجاب نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ مرکزی وزیر آبپاشی و برقی حافظ محمد ابراہیم نے جو اس تقریب کی صدارت کر رہے تھے وفا کی شاعری اور جد و جہد آزادی میں ان کے حصے پر روشنی ڈالی اس اجتماع میں انھیں ۳۱۰۰ روپے کی ایک تھیلی بھی پیش کی گئی۔

اُردو شاعر کے علاج کے لئے میونسپلٹی کا اقدام

بھوپال میونسپل بورڈ نے مشہور شاعر باسط بھوپالی کے لئے جو کہ کینسر کا شکار ہو گئے ہیں ایک ہزار کی رقم منظور کی ہے۔ یہ ان کی علالت اور دوسرے ضروری مصارف کے لئے ہے۔ ان کی دواؤں اور ڈاکٹری مصارف خود میونسپل بورڈ برداشت کرے گا۔ شہر کے ادبی و سماجی حلقے میونسپلٹی کے اس اقدام سے بہت خوش ہیں۔

"آگ کا دریا" پردہ سیمیں پر

قرۃ العین حیدر کا مشہور ناول "آگ کا دریا" پردہ سیمیں پر پیش کیا جائے گا۔ "آگ کا دریا" آٹھ سو صفحات کا ضخیم ناول ہے جس کی کہانی ڈھائی ہزار برسوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کو فلمانے کا فیصلہ مشہور ادیب و فلم ساز خواجہ احمد عباس نے کیا ہے۔ انھوں نے اس ناول کو فلمانے کے حقوق حاصل کر لئے ہیں۔

حامد الہ آبادی

غزل

تو نہیں جانتے خود اپنی حقیقت ہم لوگ
اس بھری بزم میں ہیں پھر بھی غنیمت ہم لوگ
لے کے سر آنکھوں پہ دنیا تری تہمت ہم لوگ
کرتے پھرتے ہیں عیاں رنگِ طبیعت ہم لوگ
اور کچھ پاتے اگر زیست کی مہلت ہم لوگ
جان سکتے غمِ ہستی کی حقیقت ہم لوگ
ہیں وہ خوش فہم کہ انجامِ وفا دیکھ کے بھی
زلفِ شب رنگ سے رکھتے ہیں عقیدت ہم لوگ
کل رقیب ہوں گے ترے ناز اٹھانے والے
یاد آئیں گے بہت اے شبِ ظلمت ہم لوگ
ہے بھٹکنا ہی اگر شرط تو کیا دشت کی قید
شہر در شہر ہیں با دیدۂ حیرت ہم لوگ
سانس لیتے ہیں تو زخموں سے لہو رستا ہے
اپنے جینے کی ادا کرتے ہیں قیمت ہم لوگ
دیکھیے کون سے رُخ عدل کا میزان جھکے
عرصۂ حشر تک آئے ہیں بہ قامت ہم لوگ
حسبِ توفیقِ نظر کسبِ ضیا کرتے ہیں
دیکھتے ہیں جو کہیں چاند سی صورت ہم لوگ
الجھنیں اتنی کہ کس کس کو گنائیں حامد
کیوں نہ ہوں؟ ٹھیرے ہیں آزاد طبیعت ہم لوگ

ضیا اکبر آبادی

غزل

وہ کہہ رہے ہیں تجھے مرے آنسوؤں کا افسانہ
جو پی نہ لوں تو چھلک ہی گیا تھا پیمانہ
نہ میرے حال میں شامل نہ میرے حال سے دور
ترے خیال کو اپنا کہوں کہ بیگانہ
کہیں ہے ہوش کا لالچ کہیں خرد کا فریب
طرح طرح سے پرکھتے ہیں ذوقِ رندانہ
پتہ غریب کا شاید ملے گا صحرا میں
چمن کے سبزہ و گل ہیں صبا سے بیگانہ

خاور ہانکوٹی

غزل

مشکل سے لب تک آئی تھی رنج و تعب کی بات
ایک اپنے غم کے ساتھ نکل آئی سب کی بات
ایسا نہیں کہ راہ میں دشواریاں نہیں
یہ تیز گامیاں ہیں، مذاقِ طلب کی بات
ہم گھوم پھر کے آئے ہیں شہرِ ملال سے
پوچھے نہ کوئی ہم سے دیارِ طرب کی بات
اس طول پند و وعظ کا کچھ ماحصل نہیں
گو مختصر ہو، کیجیے کوئی تو ڈھب کی بات
ہم پھول ہی گرائیں لبوں سے تو کچھ نہیں
ہے شہد، تلخ بھی ہو اگر اُن کے لب کی بات

شفا گوالیاری

غزل

میں ہی مسکرا رہا تھا مہ و کہکشاں سے آگے
کوئی کارواں نہ پہنچا مرے کارواں سے آگے
تجھے کچھ تو ہم نے سمجھا تری عظمتیں سلامت
کئی آستاں ہیں یوں تو ترے آستاں سے آگے
رہی سُرخرو محبت، ہوئی فتح زندگی کی
کوئی غم بڑھا نہ میرے دلِ ناتواں سے آگے
نہ مٹیں گے یہ گلِ تر، یہ نقوشِ خونِ دل کے
قدمِ بہار ہوگا قدمِ خزاں سے آگے
جو نوازتے ہیں مجھ کو تو نوازیں آپ لیکن
ستمِ نہاں سے ہٹ کر کرمِ عیاں سے آگے
یہ ہزار تنگ بینی یہ خبر تو ہوگی واعظ
کہ مری زمیں ہے رقصاں ترے آسماں سے آگے
اُسے کیا خبر فضا کی، اُسے کیا پتہ ہوا کا
نہ گئی ہو جس کی نظریں حدِ آشیاں سے آگے
ہمیں دیکھنا ہے بڑھ کر ابھی مہر و مہ کی منزلیں
نہ ہو کیوں نظر ہماری نگہِ جہاں سے آگے

فیضی سنبھلوری

غزل

نہ چھین ساغرِ صبر و قرار اے ساقی!
ہیں تشنہ لب ترے بادہ گسار اے ساقی!
پلٹ دے گردشِ لیل و نہار اے ساقی!
ہو گرم دورِ مئے پُر خمار اے ساقی!
گھٹا ہے، ٹھنڈی ہوا اور بہار اے ساقی!
پلا دے جام مئے خوشگوار اے ساقی!
کھنک یہ جام و سبو کی بھی کیا قیامت ہے
کہ چونک پڑتا ہے، ہر بادہ خوار اے ساقی!
ہے غلبہ جوشِ جنوں کا مری طبیعت پہ
نہیں ہے ہوش پہ کچھ اختیار اے ساقی!
بڑھا دے بہرِ خدا! جام مے سوئے رنداں
کسے ہے تابِ شبِ انتظار اے ساقی!
ہوا سنکنے لگی اور گھٹا اُمڈ آئی
سحر طراز ہے ٹھنڈی پھوار اے ساقی!
کھلا رہی ہے نسیمِ بہار گل کیا کیا!
ہے اور رنگِ چمن اب کی بار اے ساقی!
ہوا یہ کیسی چلی، بیخودی سی چھائی ہے
عجب ہی شان سے آئی بہار اے ساقی!
سرورِ مے ہے بہت خوب پر مجھے ڈر ہے
اُتر نہ جائے یہ کیف و خمار اے ساقی!
شریکِ محفلِ بادہ کشی جو ہیں فیضی
رہیں یہ بھی صیدِ غمِ روزگار اے ساقی!

مراسلات

بعض الفاظ کا صحیح تلفظ

"ہماری زبان" کے کسی حالیہ شمارے میں سرور صاحب نے اپنے اداریہ میں "سوپاساں" کو "ماپاساں" سے بدل کر لکھا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ سرور صاحب "سوپاساں" کو "موپاساں" پڑھتے ہیں۔ سرور صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ فرانسیسی میں (A U) کی آواز "اُو" ہوتی ہے۔ اس ضمن میں دو باتیں اور عرض کرنی ہیں۔

۱۔ اُردو تحریروں میں یہ جو "داس کیپٹیل" دیکھنے میں آتا ہے، تو یہ کس زبان کا لفظ ہے؟ اگر انگریزی کا ہے تو پھر "داس" کیوں "ڈاس" کیوں نہیں؟ اور اگر جرمنی لفظ ہے تو پھر "کیپٹیل" کیوں؟ جرمنی میں تو "a" "اے" کی آواز ہے اور "a" "ٹ" کی آواز۔

۲۔ آج کل اخباروں میں EICHMANN کا بہت چرچا ہے۔ اس لفظ کا صحیح تلفظ دیکھنے کے لئے تو آنکھیں ترس گئیں۔ کوئی "آئش مین" لکھ رہا ہے کوئی "آئچ مین"۔ صحیح تلفظ ملاحظہ ہو:—

آ ئی خ + م َ ن

کسی دوسری زبان کا لفظ اُردو میں لکھتے وقت اس زبان کا تلفظ اپنانا چاہیے۔ آخر انگریزی کی پیروی کب تک؟

(اقبال کرشن)

ایک التماس

"پروفیسر سیّد محمد عبد الغفور شہباز "زندگانی بے نظیر" میں صفحہ ۱۲۴ پر نظیر اکبر آبادی کے متعلق شمس العلماء مولوی سیّد علی بلگرامی کی رائے تحریر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"...... پھر بعض فرنچ تصنیفات کا حوالہ دیا اور کہا میں آپ کے لئے نظیر کے حالات ڈھونڈ کر ان میں سے نکالوں گا۔ ڈھونڈا تو سہی مگر بدقسمتی سے وہ جلدیں کتب خانے سے غائب تھیں جن میں نظیر کے حالات مندرج تھے۔"

قارئین ہماری زبان سے التماس ہے کہ وہ ایسی فرنچ کتب کے نام تحریر فرمائیں جن میں نظیر اکبر آبادی کے حالات ہوں اور نیز کتب خانوں کے نام بھی لکھیں۔ (ظ۔ ع۔ س)

خواجہ حیدر علی آتش

ڈاکٹر عندلیب شادانی صاحب کا مضمون مطبوعہ اخبار "ہماری زبان" مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۶۱ء نظر نواز ہوا جس کو ڈاکٹر صاحب نے "مسیح سیارہ" مولانا ناطق کے جائزے کے طور پر حوالۂ قلم کیا ہے۔ اس میں خواجہ آتش کے جن اشعار کو نمایاں کیا گیا ہے۔ ان پر وارد کردہ اعتراض بظاہر حال بلاشک منطبق ہوتا ہے لیکن یہ دیکھ کر کہ ولی سے آتش تک کے تمام شعرائے کرام اس قسم کے مضامین لکھتے رہے ہیں۔ اعتراض کی کوئی گنجائش اہمیت نہیں رہتی۔ اس زمانے میں ایسے ہی اشعار تغزل کی جان سمجھے جایا کرتے تھے اور مضامین زیر بحث کا موزوں کرنا آج کی طرح خلاف تہذیب نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ باوجود ان سب کے آتش کو دنیائے شعر و سخن میں ایک مرتبہ ملا اور ارباب نظر و تنقید نے بحیثیت مجموعی ان کا ایک مقام کشادہ دلی کے ساتھ تسلیم کیا۔

خواجہ صاحب کے مبلغ علم کی کمی کی وجہ سے جو نقائص دکھائے گئے ہیں بعض حضرات ان سے بھی بے خبر نہ ہوں گے لیکن وہ بمقابلہ خوبیوں کے کم تھے اس لئے نظر انداز کر دئے گئے۔ تاہم میں ان سے متفق نہ ہوں۔ ایک مسلم الثبوت استاد کے یہاں ان کا پایا جانا قابل افسوس ہے مگر بایں ہمہ شعر و ادب کی دنیا میں آتش ایک ناقابل فراموش شخصیت کے مالک اور اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہیں۔ بلکہ اس وقت کے لکھنؤ اسکول میں خصوصی مرتبہ انہیں کو حاصل ہے جو آج اور آئندہ بھی اسی طرح مسلم رہے گا۔

آخر میں یہ عرض کر دینا بھی بے محل نہ ہوگا کہ میں بحمد اللہ "آتش پرست" نہیں ہوں اور نہ کسی دبستان سے کوئی خصوصیت یا وابستگی رکھتا ہوں منصفانہ نظریات اور رواداری کا البتہ حامی ہوں یہی کے پیش نظر سطور ہذا سپرد قلم کی جارہی ہیں اور بس۔ (معراج دعولپوری)

معروضات

میں اپنے مضمون "مصحفی کا جمالیاتی شعور" کی اشاعت کے سلسلے میں ادارے کا شکر گزار ہوں، اس ضمن میں چند امور قارئین پر واضح کر دئے جائیں تو بہتر ہے۔ یہ مضمون انجمن ترقی اُردو، شاخ امروہہ نے آج سے تقریباً سات آٹھ برس پہلے "یوم مصحفی" کی تقریب میں لکھے جانے والے مضامین کے ساتھ آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا، دوسرے مضامین تو اسی زمانے میں شائع ہو گئے تھے، لیکن اس مضمون کے بارے میں یہ اطلاع ملی تھی کہ وہ کاغذات کے انبار میں کہیں گم ہو گیا ہے تلاش جاری ہے۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ شاخ امروہہ کے جوائنٹ سکریٹری نے اس کی جو نقل تیار کر کے آپ کو بھیجی تھی اس میں مضمون پر "دوہرا التفات" فرمایا گیا تھا یعنی مضمون کو صرف نقل ہی نہیں کیا تھا بلکہ ایک حد تک اصلاح و ترتیب کا فرض بھی انجام دے دیا تھا۔ یہاں میں اس حصّے کی خاص طور پر نشان دہی کروں گا جہاں میری ایک افسانوی تحریر کے اقتباس کو ایک یونانی شاعر سے منسوب کر دیا گیا ہے، اور یونانی شاعر کے اقتباس کو نقل نہیں کیا گیا۔ اس کے علاوہ جو غلطیاں ہوئی ہیں وہ ایسی ہیں کہ قارئین نے خود ہی ان کی اصلاح کر لی ہوگی، بہر حال میں اپنی اس گم شدہ تحریر کے ڈھونڈ نکالنے پر ادارے کا بے حد ممنون ہوں۔ مجھے امید ہے کہ جناب میری ان معروضات کو قارئین تک پہنچا دیں گے۔ (جون ایلیا)

پیامِ ذوق

اُردو ہندوستان کی [illegible]

[illegible] کی علامت ہے [illegible]

قومی [illegible] ہماری زبان

[illegible]

کی سالانہ [illegible]

ہماری [illegible] سلسلہ جاری رہے

منتظم

انجمن کا خبر نامہ

انجمن ترقی اُردو، لکھنؤ کی اُردو تعلیمی مہم

انجمن ترقی اُردو لکھنؤ کا جلسہ زیر صدارت پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب، ممتاز ہائر سکنڈری اسکول میں ہوا۔ سابقہ کارروائی کی تصدیق کے بعد اس مہم کے لئے ہر محلہ میں گھر گھر جاکر والدین کو مادری زبان اُردو میں تعلیم دلانے کے متعلق طے ہوا۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ اس کے لئے انجمن کی طرف سے لٹریچر شائع کیا جائے۔ تعلیمی جائزہ کے متعلق جنرل سکریٹری ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی نے رپورٹ پیش کی۔ انجمن کے ممبران کی عدم توجہی کا ذکر کرتے ہوئے جدید انتخاب کی تاریخ مقرر کرنے پر زور دیا جو متفقہ طور پر ۲۳ جولائی ۱۹۶۱ء طے ہو گئی۔ جلسے نے حسب ذیل دو تجاویز پیش کیں:-

۱- یہ جلسہ اس امر پر احتجاج کرتا ہے کہ گورنمنٹ اتر پردیش کی حالیہ بنائی ہوئی اُردو کمیٹی میں کئی ایسے صاحبان کو شامل کیا گیا ہے جو اردو کو ایک مستقل زبان تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کو ہندی کا محض ایک اسلوب سمجھتے ہیں۔ یہ جلسہ مطالبہ کرتا ہے کہ اس کمیٹی کو ہدایت کی جائے کہ وہ اس امر میں محدود نہ رہے کہ اردو کے متعلق گورنمنٹ کے احکامات پر کہاں تک عمل ہو رہا ہے بلکہ اس امر کا جائزہ لے کہ اتر پردیش میں اُردو کی ترقی کے راستے میں کیا کیا رکاوٹیں ہیں اور یہ بتائے کہ ان کو کس طرح دور کیا جا سکتا ہے؟

۲- دوسری تجویز کے ذریعہ بیسک سکولوں میں داخلے کے فارموں میں مادری زبان کا خانہ اضافہ کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ تجویز یہ ہے۔

بیسک اسکولوں میں داخلے کے فارم میں ایک خانہ کا اضافہ بہت ضروری ہے جس میں طالب علم کی مادری زبان درج کی جائے کیونکہ گورنمنٹ کی مسلمہ پالیسی یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم کا ذریعہ تعلیم بچوں کی مادری زبان میں ہونا چاہیے اس لئے یہ خانہ نہایت ضروری ہے۔ (سکریٹری)

ٹیگور کا جشن صد سالہ

انجمن ترقی اُردو کلکتہ کے زیر اہتمام شاعر اعظم ٹیگور کا جشن صد سالہ ۱۲ جون ۱۹۶۱ء کو شام کے وقت انجمن کے دفتر 'اردو ہال' میں منایا گیا۔ بنگلہ کے مشہور ادیب قاضی عبدالودود صاحب نے صدارت فرمائی۔ جشن کا افتتاح سوا سات بجے ٹیگور کی نظم سے ہوا۔ یہ نظم شری اچین رائے نے ترنم سے سُنائی۔

اس کے بعد بنگلہ کے مشہور شاعر اور ناول نگار غلام قدوس صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ٹیگور آفاقیت کا قائل تھا۔ اس کے گیت نسلی، مذہبی اور ملکی حد بندیاں توڑ کر دنیا کے ہر گوشے تک پہنچ گئے اس کی شاعری ماضی و حال کے اشتراک سے ایک حسین و تابناک مستقبل کی تعمیر کا پیغام دیتی ہے۔ اس کی شاعری میں روح عصر، انسانیت دوستی، دنیا اور دنیا کے بسنے والوں سے بے پناہ محبت ایسی خصوصیتیں ہیں جو اسے اور اس کے کلام کو امر بنا دیتی ہیں۔ اس کے بعد علامہ جمیل مظہری کی نظم 'ٹیگور کی شاعری' اعزاز افضل صاحب نے ترنم سے سُنائی جو بہت پسند کی گئی۔ پھر ڈاکٹر ہیرالال چوپڑہ نے اپنی تقریر میں ٹیگور کی بعض اہم خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے فارسی و اُردو سے ٹیگور کا تعلق ظاہر کیا۔ آپکے بعد مہمان خصوصی شری ڈی ان داس گپتا نیوز ایڈیٹر روزنامہ ہندستان اسٹنڈرڈ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ نے ٹیگور کی آفاقیت کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ ٹیگور صرف بنگال یا ہندستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی اسی طرح ہر دل عزیز ہے اور اس کی شاعری ہر دور اور ہر قوم میں یکساں طور پر مقبول اور محترم رہے گی۔ پھر ٹیگور کی مشہور نظم 'سوال' شری اچین رائے نے بنگلہ میں سنائی جس کا منظوم اردو ترجمہ جناب اعزاز افضل نے پیش کیا۔ ترجمہ میں اس بات کا خاص طور سے خیال رکھا گیا ہے کہ حتی الامکان لفظ بہ لفظ ہو اور ساتھ ہی ساتھ نظم کی روانی بھی قائم رہے۔ اس کے بعد صدر جلسہ قاضی عبدالودود صاحب نے فرمایا کہ کس طرح ٹیگور نے ادبی، سیاسی مذہبی اور سماجی تحریکوں سے اثر قبول کیا۔ اور یہ تحریکیں اسکی شاعری کے پروان چڑھنے میں کس حد تک معاون ہوئیں۔ قاضی صاحب کی اس معلوماتی تقریر کے بعد غلام قادر خاں صاحب اسسٹنٹ سکریٹری انجمن نے تمام حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہندستان اسٹنڈرڈ کی اس اُردو دوستی پر خوشنودی کا اظہار کیا کہ اس نے اردو کے لئے ہفتہ واری کالم وقف کر دیا ہے اور امید ظاہر کی کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ (حلقہ شبلی کنوینر ادبی کمیٹی)

چھتیس گڑھ اُردو کانفرنس۔ بلاسپور ایم پی

اُردو کانفرنس کے دو روزہ اجلاس مورخہ ۱۰ اور ۱۱ جون کو زیر صدارت مولانا محمد عثمان اعظمی (جھارسگڑا) بہار، جناب عبدالکریم صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ نہایت کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوئے۔ ضلع کے ان تمام مقامات سے نمائندوں نے شرکت فرمائی جہاں نئے اسکولوں کا اجرا عمل میں ہے۔ چھتیس گڑھ کے دوسرے اضلاع سے بھی نمائندوں نے شرکت کی۔ ان اجلاس میں نئے اسکولوں کے منتظمین کو مفید مشورے دئے گئے۔ مولانا آزاد تعلیمی اسکیم کے نفاذ کی سفارش کی گئی۔ مدھیہ پردیش اور خصوصاً چھتیس گڑھ میں اردو کے مسائل کے متعلق اہم تجاویز منظور کی گئیں جن کی نقلیں مرکزی و ریاستی حکومتوں، محترمہ اندرا گاندھی، مسٹر ملک (الہ آباد) محکمہ تعلیم کے ذمہ داروں کے علاوہ انجمن ترقی اردو

کے مرکزی و ریاستی دفاتر، اہم اداروں و شخصیتوں کو بھیجی جا رہی ہیں۔

اس موقع پر اردو نمائش بھی کی گئی۔ اس کا افتتاح بشیر احمد صاحب قریشی ایم ایل۔ اے نے فرمایا۔ نمائش بہت کامیاب تھی۔ جس کے لئے عبدالمنان صاحب، عبدالستار صاحب اور جمیل احمد صاحب مستحق مبارکباد ہیں۔ (نامہ نگار)

شاخ کھر گپور کی ایک غیر معمولی میٹنگ

انجمن ترقی اردو شاخ کھر گپور کی ایک غیر معمولی میٹنگ ۱۸ جون کو شری کیدار ناتھ کیدار کی صدارت میں ہوئی جس میں مندرجہ ذیل باتوں پر غور کیا گیا :-

۱۔ صدر انجمن و اراکین مجلس عاملہ کی گزارش پر استعفےٰ دہندہ اراکین نے اپنا اپنا استعفےٰ واپس لے لیا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ جناب ایم۔ حنیف روشن (نائب صدر) جناب ایس۔ ایم۔ صدیقی (جوائنٹ سکریٹری) جناب عبدالغنی کوثر (پروپیگنڈہ سکریٹری)

۲۔ انجمن مذکورہ کے جنرل سکریٹری کے۔ ایم۔ انصاری صاحب کا ملازمت کے سلسلے میں تبادلہ ہو جانے کی وجہ سے جنرل سکریٹری کا انتخاب عمل میں آیا اور اراکین انجمن کی متفقہ رائے سے ایس۔ ایم۔ صدیقی صاحب کو جنرل سکریٹری منتخب کیا گیا۔

۳۔ انجمن کے جوائنٹ سکریٹری و خازن نے انجمن کی آمد و خرچ (۳۱ مارچ سنہ ۱۹۶۱ء تک) کا حساب مجلس عاملہ کے سامنے پیش کیا جو کثرت رائے سے منظور کیا گیا۔

۴۔ جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحانات کے لئے ایک انتظامیہ سب کمیٹی کی تشکیل کی گئی جو مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل ہے۔ عبدالرحمٰن شاکر۔ کیدار ناتھ کیدار۔ عبدالغنی کوثر۔ ایس ایم صدیقی۔ محمد شمیم۔ عبدالوہاب خاں۔

۵۔ انجمن نے اپنی ماہانہ نشست کے پروگرام کے تحت ۲۹ جون سنہ ۱۹۶۱ء کو "یوم اقبال" منانے کا فیصلہ کیا ہے اس سلسلہ میں تمام مقامی ادبا و شعرائے کرام سے شرکت کی اپیل ہے۔ (عبدالغنی کوثر پرتاپ گڑھی سکریٹری نشر و اشاعت)

اردو پڑھنے سے ہندی کی ترقی میں مدد ملے گی پنڈت کنزرو کی تقریر۔

پونا۔ ۱۸ جون۔ پنڈت ہردے ناتھ کنزرو رکن پارلیمنٹ نے کہا ہے کہ بچوں کو ان کی مادری زبان کے علاوہ دیگر دو زبانیں ہندی اور انگریزی یا کوئی یوروپی زبان پڑھانا چاہیے۔ ڈاکٹر کنزرو مہاراشٹر راشٹر بھاشا سبھا کے جلسہ تقسیم اسناد میں تقریر کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ ہندی کے حامیوں کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنی زبان غیر ہندی عوام پر مسلط کرنے کی کوشش کریں۔ انھوں نے ہندی اور اردو کے درمیان رقابت کے تصور کی مخالفت کی اور کہا کہ اس تصور کو جلد ختم ہونا چاہئے کیونکہ ہندی اور اردو میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ اردو اتر پردیش میں پیدا ہوئی اور اردو پڑھنے سے ہندی زبان کی ترقی میں مدد ملے گی۔

(سیاست حیدر آباد)

دہلی یونی ورسٹی میں اردو ایم۔ اے کے طلبہ کیلئے وظائف

ہمدرد وقف (دہلی) نے ان نادار اور مستحق طلبہ کے لئے دو وظیفے پچاس روپے ماہوار کے دینا منظور کئے ہیں جو دہلی یونی ورسٹی کے ایم۔ اے اردو میں داخلہ لیں گے۔ فارم اور قواعد و ضوابط رجسٹرار دہلی یونی ورسٹی دہلی سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

(سکریٹری شعبہ اردو۔ دہلی یونی ورسٹی۔ دہلی)

ابوالکلام آزاد لائبریری چھپرہ

ابوالکلام آزاد لائبریری محلہ کریم چک چھپرہ کو قائم ہوئے تین ماہ ہوئے مگر اس کو باضابطگی میں لانے کے لئے مورخہ ۱۴ جون سنہ ۱۹۶۱ء کو زیر صدارت نجم بلگرامی سکریٹری انجمن ترقی اردو چھپرہ لائبریری ہذا کے ہال میں ایک میٹنگ منعقد ہوئی۔

میٹنگ تلاوت قرآن سے شروع کی گئی۔ بعدہ لائبریری کی افادیت پر جناب صدر نے ایک مختصر اور جامع تقریر کی۔ بعد ازاں صدر موصوف کی تحریک پر ایک کمیٹی کی تشکیل کی گئی جو لائبریری کو بحسن و خوبی چلانے کی سعی کرے۔

کمیٹی مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل ہے :-

(۱) نگراں۔ محمد حسنین فریدی، (۲) صدر۔ شمیم احمد بے تام،

(۳) نائب صدر - وزیر احمد ، (۴) سکریٹری ، سید کاظم الرحمٰن قادری (۵) نائب سکریٹری - سر محمد فخر الدین ، (۶) سکریٹری نشر و اشاعت سید سعید احمد قادری ، (۷) خزانچی - سید امام الدین -

اراکین :- حفیظ الرحمٰن ، محمد انور علی ، عبد القادر ، محمد عارف ، نثار احمد ، عبد المنان ، ظفر اللہ پاری ، اور آفتاب حسین ۔

(سید سعید احمد قادری)

بھوساول میں آل انڈیا مشاعرہ

بزم احباب بھوساول کی جانب سے دوسرا سالانہ مشاعرہ جونیر ریلوے انسٹی ٹیوٹ میں زیر صدارت ہریش چندر دکھی جالنوی منعقد ہوا ۔ جس میں مقامی و غیر مقامی کافی شعراء نے حصہ لیا ۔

مجمع بہت کافی تھا ۔ مشاعرہ نہایت کامیابی سے چار بجے ختم ہوا ۔

مشاعرہ میں شفا گوالیاری ، راز الہ آبادی ، اور ظفر گورکھپوری کا کلام بطور خاص پسند کیا گیا ۔

(سکریٹری مشاعرہ احباب ادب بھوساول)

اردو اسٹوڈنٹس فیڈریشن سہسرام کا پہلا مشاعرہ

سہسرام اردو اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی طرف سے پہلا شاندار مشاعرہ بتاریخ ۱۰ ر جون ۱۹۶۱ء بمقام مدرسہ کبیریہ خانقاہ منعقد ہوا ۔ مشاعرے کی صدارت جناب رادھا پرشاد صاحب نے کی ۔

جناب عبد السلام عارف صاحب پریسیڈنٹ اردو اسٹوڈنٹس فیڈریشن نے خطبۂ استقبالیہ پڑھا اور جناب آفتاب احمد سکریٹری نے رپورٹ پیش کی ۔

عارف صاحب نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں اردو زبان پر جو زیادتی ہو رہی ہے اس پر روشنی ڈالی اور یہ امید ظاہر کی کہ اگر ہماری کوششیں جاری رہیں تو صورت حال بدل کر رہے گی ۔

مشاعرہ میں مقامی اور بیرونی شعراء کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی ۔

(مظہر حسین کنوینر مشاعرہ کمیٹی)

برہان پور کے نوجوان شعراء کا ٹیپ مشاعرہ

دار السرور برہان پور میں ایک عظیم الشان مشاعرہ ہوا ، جس میں صرف مقامی نوجوان شعراء کو مدعو کیا گیا تھا اور جسے ٹیپ ریکارڈ کیا گیا ۔ نوجوان شعراء کا یہ ٹیپ ریکارڈنگ مشاعرہ جس کے بانی برہان پور کے کہنہ مشق شاعر جناب برکات احمد خاں صاحب غالب ہاشمی تھے ۔ موصوف کے برادر زادے میاں مسعود احمد خاں فرزند جناب مشرف احمد خاں صاحب کی شادی خانہ آبادی کے سلسلے میں بمقام پیلو کا تکیہ کے میدان میں مورخہ ۱۲ ر جون شب کے دس بجے منعقد کیا گیا ۔ برہان پور کے بزرگ سال اور ممتاز فکر شاعر جناب مرزا محمود بیگ صاحب ساقؔر (بی ۔ اے) نے مشاعرے کی صدارت کی ۔ مشاعرہ شب کے ایک بجے تک ہزاروں سامعین نے نہایت دلچسپی سے سنا ۔ دوسرے دن بھی یہ مشاعرہ ریکارڈ کے ذریعہ نشر کیا گیا جسے ہزاروں اردو پرستاروں اور شعرائے کرام نے ذوق و شوق سے سنا ۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ یہ ٹیپ ریکارڈ مشاعرہ آل انڈیا ریڈیو اندور بھوپال سے بھی نشر کیا جائے ۔

(اقبال نقیب ، ادیب کامل (عطیگ) جوائنٹ سکریٹری)

داویر میں آل انڈیا مشاعرہ

مشرقی خاندیش کے اہم تعلقے داویر ہائی اسکول کے میدان میں ایک آل انڈیا مشاعرہ منعقد ہوا ۔ صدارت کے لئے مشہور شاعر حضرت شفا گوالیاری کو بھوپال سے مدعو کیا گیا تھا ۔ مقامی اور بیرونی شعراء کا کلام اہل راویر نے نہایت دلچسپی سے سنا ۔

آخر میں صدر موصوف نے مشاعرے کی کامیابی پر مبارک باد دی اور اتحاد و اتفاق سے سب کو اردو کی خدمت کی ترغیب دی ۔ مجمع ڈھائی تین ہزار کا تھا ۔

(سکریٹری مشاعرہ)

باڑی میں مشاعرہ

بزم ادب باڑی کے زیر اہتمام مورخہ ۱۵ ر جون کی شب میں ایک محفل مشاعرہ ڈاکٹر ایم ایم خاں کی صدارت میں منعقد ہوئی ۔ یہ محفل بحسن و خوبی رات کے بارہ بجے تک چلتی رہی ۔

آخر میں بزم ادب باڑی کے سکریٹری شوکت جلالی نے حاضرین مشاعرہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے زبان و ادب کے کاموں میں تعاون کرنے کی پُرزور اپیل کی ۔

(ودود کوثی سکریٹری نشر و اشاعت)

[illegible] نظامی [illegible]

اُردو ٹائپ کا مسئلہ

ہماری زبان مورخہ ۸ مئی ۱۹۷۶ء میں ایک مضمون "ماہرین کو موقع دیجیے" کے عنوان سے نظر سے گذرا۔ یہ مسئلہ بابائے اُردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کے زمانے سے اُٹھ رہا ہے۔ انھوں نے بھی اُردو ٹائپ کو رواج دینے کی بڑی کوشش کی۔ ایک دفعہ جب دہلی میں ملاقات ہوئی تو انھوں نے مجھ سے بھی کہا کہ اُردو ٹائپ کے لیے آسان حروف تہجی بنائیے تاکہ کمپوزنگ میں آسانی ہو۔ عربی نما ٹائپ میں حروف کے جوڑ اور شوشوں کی تعداد بہت ہے جس کی وجہ سے اُردو کمپوزنگ میں وقت زیادہ لگتا ہے۔ مولوی صاحب قبلہ کے فرمانے پر میں نے اُردو حروف تہجی کے جوڑ اور شوشوں کو نئے انداز میں ترتیب دیا اور اُن کو اس کے تحریری نمونے بھی روانہ کیے۔ اسی زمانے میں میرے ایک بزرگ اور دوست قاضی عبدالغفار صاحب بھی حیدرآباد میں ایک اخبار نکال رہے تھے اور اُن کو بھی اُردو ٹائپ میں بڑی دلچسپی تھی چنانچہ اُن کو بھی میں نے حروف کے نمونے بھیجے انھوں نے حیدرآباد کی کمپنی کے ذریعہ اُردو کا ٹائپ بھی ڈھلوایا۔ اُس زمانے میں بہت سے لوگ کوشش کرتے رہے۔ لوگوں نے ٹائپ میں کتابیں بھی طبع کرائیں مگر افسوس اس کام میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ آج ۲۵ سال گزرنے پر بھی یہ اُردو ٹائپ کا مسئلہ حل نہ ہو سکا مگر بعض لوگ ہیں کہ وہ ٹائپ ٹائپ پکار رہے ہیں۔ غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ آخر باوجود کوشش اور ضرورت کے اس میں کامیابی کیوں نہیں ہوتی میرے خیال میں اس کے چند وجوہ ہیں جو میں عرض کرتا ہوں :-

(۱) اردو ٹائپ خواہ اس کو کتنی بھی خوبصورتی کے ساتھ ڈھالا جائے اس میں نستعلیق جیسا حُسن پیدا نہیں ہو سکتا۔

(۲) پڑھنے اور دیکھنے والوں کو اردو ٹائپ کے ناموزوں دائرے اور جوڑ نہیں بھاتے۔

(۳) ٹائپ کمپوز کرانے کا خرچ لکھائی کی اُجرت کے مقابلہ میں پانچ گنا آتا ہے جس کو اُردو کے پبلشرز برداشت نہیں کر سکتے۔

(۴) فرض کیجیے معمولی اخبار کا ایک صفحہ جس کی لکھائی اُجرت زیادہ سے زیادہ ہم ایک روپیہ یا سوا روپیہ دیتے ہیں اور کاتب اس کو تین گھنٹے میں لکھ دیتا ہے اگر ٹائپ میں کمپوز کرائیں تو اس کا خرچ چار پانچ روپے سے کم نہ ہوگا۔

اب ذرا تجارتی پہلو پر نظر کیجیے۔ کتاب اور اخبار کی چھپائی کے لئے پریس کھولا جائے تو ہزاروں پونڈ ٹائپ کی ضرورت ہوگی جس کی قیمت اس زمانہ میں تین چار روپیہ فی پونڈ ہے۔ اس لئے ٹائپ کا پریس چلانے کے لئے کافی سرمایہ کی ضرورت ہے۔ لیتھو پریس کا اب ایلومینیم پلیٹوں پر کام ہوتا ہے یہ بہت سستی ہیں اگر پچاس ساٹھ پلیٹیں جن کی قیمت چار سو روپے سے زائد نہ ہوگی خرید کر لی جائیں تو ہزاروں صفحے کی کتابیں چھپ سکتی ہیں غرض یہ کہ اچھا لیتھو پریس اگر دس بارہ ہزار سے چالو ہو سکتا ہے تو اسی معیار کے ٹائپ پریس کے لئے کم از کم ایک لاکھ روپیہ درکار ہوگا اس کے علاوہ اور بھی تجارتی مشکلات ہیں جس کی وجہ سے اُردو ٹائپ کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

اب میں آپ کو ایک نئی چیز اور بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس زمانے میں آف سٹ مشینوں کے رواج نے اُردو کی چھپائی کا مسئلہ بڑی حد تک حل کر دیا ہے۔ آپ اُردو کی بہتر سے بہتر چھپائی آف سٹ مشینوں سے کرا سکتے ہیں جس کی نفاست کا مقابلہ ٹائپ بھی نہیں کر سکتا۔ آف سٹ چھپائی کا ایک آسان اور عمدہ طریقہ ہے۔ اب سے پندرہ بیس سال قبل ہندوستان میں ان کا رواج بہت کم تھا صرف بڑے شہروں میں دو ایک مشینیں تھیں جن سے صرف رنگین تصاویر، انگریزی پوسٹر اور رنگین لیبل چھاپے جاتے تھے۔ ہندوستان میں اُس وقت آف سٹ مشین بہت قیمت میں آتی تھی اور اس کے چھاپنے والے بھی یہاں نہیں ملتے تھے مگر اب تو ہندوستان میں بہت سی جگہوں پر آف سٹ مشینیں چل رہی ہیں۔ اس پر چھپائی کرنے کا طریقہ بھی پُرانے طریقے سے بہت آسان ہے اب ہر زبان میں آپ اس سے چھپائی کر سکتے ہیں۔

آف سٹ مشین پر چھپائی کرنے کے لئے آپ کو کاتب سے پیلے کاغذ اور کتابت کی خاص روشنائی سے کاپی لکھوانے کی ضرورت نہیں بلکہ آپ بٹر پیپر پر (یہ ایک قسم کا باریک کاغذ ہے) جو عام طور سے بازار میں ملتا ہے سیاہ روشنائی سے لکھائی کرا لیجیے یا اگر کتاب چھپی ہوئی ہے تو اس کا فوٹو نگیٹیو تیار کرا لیجیے۔ پھر اس باریک کاغذ کی لکھی ہوئی تحریر یا فوٹو نگیٹیو کو زنک یا ایلومینیم پلیٹ پر رکھ کر دھوپ دکھا کر پلیٹ پر اکسپوز کر لیجیے بس یہ پلیٹ چھپائی کے لئے تیار ہے۔ اور خوبی یہ ہے کہ آپ کی لکھی ہوئی تحریر یا نگیٹیو خراب نہ ہوگا پھر جب چاہیں اسی سے آئندہ ایڈیشن کے لئے پلیٹیں تیار کر لیجیے۔

وہ کتابیں جو بار بار چھپوائی جاتی تھیں ان کی بار بار لکھائی اور صحت کا خرچ بچ جاتا ہے ایک اور آسانی یہ بھی ہے کہ الفاظ کی صحت آپ اُس باریک کاغذ پر الفاظ کو کاٹ کر بڑی آسانی سے کر سکتے ہیں۔ اب تک پیلے کاغذ پر کاتب جو صحت کرتا تھا اس سے حروف خراب ہو جاتے تھے بھدے پڑ جاتے تھے۔ آف سٹ مشین پر اسی طرح انگریزی ٹائپ سے باریک کاغذ سے چربہ لے کر یا فوٹو لے کر ہر زبان کے حروف چھاپ سکتے ہیں۔

غرض آف سٹ اور فوٹو لیتھو گرافی کی موجودہ ایجاد نے اُردو کو ٹائپ سے بالکل بے نیاز کر دیا ہے اور اب تو وہ زمانہ آگیا ہے کہ ہر زبان کی چھپی ہوئی کتاب آف سٹ پر چھپنے لگی ہے۔ اس طریقے سے کتاب کی لاگت بھی کم آتی ہے اور اس کا گیٹ اپ بھی ٹائپ کی چھپائی سے کہیں دیدہ زیب ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں بجائے ٹائپ کے ہمیں آف سٹ کی چھپائی کی طرف توجہ کرنا چاہیے اس میں کفایت بھی ہے اور آسانی بھی۔ ٹائپ والے خود ہی ٹائپ کی مشکلات اور گرانی سے پریشان ہیں اور وہ دن دور نہیں کہ ہندی اور انگریزی، بنگالی وغیرہ کے اخبارات بھی آف سٹ پر چھپنا شروع ہو جائیں گے۔

تبصرہ

خلیل الرحمٰن اعظمی

شہرت کی خاطر

مصنف: نظیر صدیقی
ناشر: پاک کتاب گھر۔ ڈھاکا
قیمت: تین روپے پچاس پیسے

اُردو زبان میں اس وقت جس طرح کی نثر لکھی جا رہی ہے اس کے بارے میں عام طور پر دو رو یے ہیں۔ بعض "مصلحین ادب" کا خیال ہے کہ ہمارے یہاں جو صاحب طرز نثر نگار اور انشا پرداز پیدا ہوئے انھوں نے نثر میں شاعری کی ہے۔ نثر کے مطالبات کا لحاظ کم رکھا ہے۔ لے دے کے سر سید کے بعض مقالات اور بعد میں حالی، عبدالحق اور ڈاکٹر عابد حسین کی نثر ایسی ہے جسے معیاری نثر کہا جا سکتا ہے۔ اسی معیاری نثر کے لئے بنیادی اسلوب (بنیادی نثر نہیں) کی اصطلاح وضع کی گئی ہے۔ ان کے خیال میں اسی بنیادی اسلوب پر اُردو نثر کے مستقبل کا دار مدار ہے اور اپنی زبان و ادب سے وفاداری کے لئے یہ شرط ٹھہری کہ بقیہ سارے اسالیب کو مردود و مطعون قرار دیا جائے، گویا میر امّن اور غالب سے لے کر محمد حسین آزاد، شبلی، نذیر احمد، میر ناصر علی دہلوی، سجاد حیدر یلدرم، مہدی افادی، سجاد انصاری، نیاز فتح پوری، قاضی عبدالغفار، ابوالکلام آزاد، رشید احمد صدیقی، فرحت اللہ بیگ، خواجہ حسن نظامی، آغا حیدر حسن، محمد علی ردولوی، عبدالماجد دریا بادی اور پھر فراق، مجنوں، آل احمد سرور، صلاح الدین احمد اور محمد حسن عسکری تک اُردو نثر کی ساری کمائی اپنے اسلوب اور طرز انشا کے اعتبار سے اس قابل ہے کہ اس سے "پرہیز" کیا جائے۔ اس کے برعکس دوسرا رویہ یہ ہے کہ بعض لوگ اس اندیشے میں مبتلا ہیں کہ ہمارے یہاں جن لوگوں کو ادیب کہا جاتا ہے ان کی نثر بھی دن بدن اُردو کی پہلی کتاب والی نثر ہوتی جا رہی ہے یعنی سادگی سے عشق کرتے کرتے ہم نے سپاٹ اور کاروباری نثر لکھنی شروع کر دی اس لئے کیفیت یہ ہے کہ آج وہ کتابیں بھی جن کا موضوع ادبی ہے مشکل سے ادبیات کے دائرے میں لائی جا سکتی ہیں، انھیں پڑھ کر ہماری معلومات میں خواہ کتنا ہی اضافہ ہو ہمیں وہ جمالیاتی مسرت نہیں حاصل ہوتی جس کی توقع ہم ادبی یا تخلیقی تحریر سے کرتے ہیں۔ ان کے طرز بیان پر عموماً "دستار مرغی خانہ"، "علاج الغربا" یا "رہنمائے تجارت" والی نثر کا دھوکا ہوتا ہے۔ بد قسمتی سے میں موخر الذکر طبقے کا ہم خیال ہوں اس لئے تنقید، تاریخ، سوانح نگاری یا نثر کی بعض دوسری اصناف میں بنیادی اور کاروباری نثر سے ہٹ کر تخلیقی نثر لکھنے اور اپنا انفرادی اسلوب پیدا کرنے کی کوئی کوشش ملتی ہے تو مجھے بے انتہا مسرت ہوتی ہے۔ تقسیم ہند کے بعد جن لوگوں کی نثر ہمارے سامنے آئی ہے ان میں سے بیشتر لکھنے والے ایسے ہیں جن کے متعلق مجھے اندازہ ہے کہ وہ بڑی محنت اور غور و فکر سے اپنے مضامین یا مقالات لکھتے ہیں اور انھیں اگر ہمت کر کے آدمی شروع سے آخر تک پڑھ جائے تو ان کے خیالات اور ان کے نقد و نظر سے بھی عام طور پر اپنے آپ کو متفق پائے گا لیکن مصیبت یہ ہے کہ ان تحریروں سے طبیعت اسی طرح بھاگتی ہے جس طرح طاعت و زہد سے۔ البتہ قرۃ العین حیدر یا انتظار حسین کی افسانوی تحریروں اور تنقید میں خورشید الاسلام، وحید قریشی، وزیر آغا اور مظفر علی سید کے مضامین ایسے ہوتے ہیں جن کی ایک ایک سطر پڑھے بغیر میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ادھر کچھ دنوں سے ایک اور صنف کی طرف ہمارے ادیبوں نے خاص طور پر توجہ کی ہے اور وہ ہے Personal Essay جسے اُردو میں "انشائیہ" کا نام دیا گیا ہے۔ جہاں تک انشائی خصوصیات کا تعلق ہے وہ ہمارے پرانے تمام ادیبوں کے یہاں ملتی ہے جنھیں ہم صاحب طرز کہتے ہیں خواہ وہ سوانح نگار اور مورخ ہوں یا ناقد، افسانہ طراز یا مکتوب نگار، مضمون نویس لیکن انشائیہ کو ہم اگر اسلوب بیان کی خصوصیات سمیت ایک صنف مان لیں تو اس ذیل میں سر سید اور شرر سے لے کر سجاد حیدر، خواجہ حسن نظامی، فرحت اللہ بیگ، رشید احمد صدیقی، پطرس، ماجد، کنہیا لال کپور، مگر بہت سے نثر نگاروں کے نام آتے ہیں۔ بالکل نئے لکھنے والوں میں وزیر آغا، امجد حسین اور مشتاق احمد وغیرہ نے اس صنف پر خصوصی توجہ کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس طرح تخلیقی نثر کے رجحان کو تقویت ملی ہے۔ نظیر صدیقی اس برادری میں ایک اہم اضافہ ہیں، جن کے انشائیوں کا مجموعہ "شہرت کی خاطر" ابھی حال ہی میں شائع ہوا ہے۔

نظیر صدیقی نے اپنے مضامین کا تعارف کراتے ہوئے صنف انشائیہ کی وضاحت کی ہے اور اس سے متعلق بعض بڑی پتے کی باتیں کہی ہیں:۔

"یہ وہ صنف ادب ہے جس میں بے معنی باتوں میں معنی تلاش کئے جاتے ہیں اور بامعنی باتوں کی مہملیت اور مجہولیت اجاگر کی جاتی ہے۔"

"یہ وہ صنف ادب ہے جس میں تفریح اور تنقید ایک دوسرے سے بغل گیر نظر آتی ہیں اور بصیرت و ظرافت ایک دوسرے کی سگی بہنیں معلوم ہوتی ہیں۔"

"یہ وہ صنف ادب ہے جس میں عنوان کا مضمون سے مربوط ہونا اتنا ضروری نہیں جتنا مضمون کا مضمون نگار سے متعلق ہونا ضروری ہے۔"

"یہ وہ صنف ادب ہے جس میں اسلوب کا دلنشیں ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا خیالات کا دلچسپ ہونا۔"

"جن چیزوں کی بنا پر انشائیہ نگار کو ادبی مرتبہ حاصل ہوتا ہے وہ زندگی اور انسانی فطرت پر وہ تنقید ہے جو دونوں کے گہرے مشاہدے اور مطالعے پر مبنی ہوتی ہے۔"

"انشائیوں میں خودنمائی اور خودستائی سے کام لینا انشائیہ نگار کا پیدائشی حق ہے۔"

"انشائیوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے اپنے آپ کو انشائیہ نگار کے حوالے کر دینا پہلی شرط ہے۔"

اپنے انشائیوں کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"میرے ایک دوست مجھ سے یہ سوال کر بیٹھے کہ تمہارے انشائیوں میں طنز کا عنصر نمایاں ہے تو تمہیں انشائیہ نگار کے بجائے طنز نگار کیوں کہا جائے۔ میں نے جواب دیا کہ آپ بیک وقت مجھے انشائیہ اور طنز نگار مان لیں تو اس میں کیا قباحت ہے۔ میں اسی صنف کو استعمال کرتا ہوں اس لحاظ سے حقیقتاً انشائیہ نگار ہوں اور اگر میرے انشائیوں کا نمایاں عنصر طنز ہے تو اس صفت کی بنا پر میں طنز نگار بھی کہلا سکتا ہوں۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے ادب کی نمایاں صفت کے اعتبار سے مزاح نگار ہو لیکن اپنے ادب کی صنف کے اعتبار سے ناول نگار یا ڈرامہ نگار ہو۔"

نظیر صدیقی نے اپنے مضامین کے لئے اپنے ارد گرد کی دنیا سے مواد لیا ہے اور اپنے ماحول اور معاشرے اور اس فضا میں زندگی بسر کرنے والوں کی الجھنوں کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ سماج اور فرد کی کش مکش اور دونوں کی ناہمواریاں ان کے لئے غم و غصہ اور طنز و تضحیک کا محرک رہی ہیں لیکن ان مسائل پر مسلسل سوچتے رہنے سے مصنف نے ان سے عبرت و بصیرت ہی نہیں ان سے مسرت و اہتزاز حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اسی سلسلے میں "چہ دم شعر بود" اور "شہرت کی خاطر" وہ ایسے انشائیے ہیں جن میں لکھنے والے کا سلیقۂ تحریر اور فنی درک اپنے نقطۂ عروج پر ہے اور یہ مضامین اس قابل ہیں کہ اردو انشائیوں کے ہر انتخاب میں انھیں شامل کیا جائے۔ دوسرے مضامین میں "آزادی اور شرافت" "دوست اور دوستی" "یہ انسان" "امتحان گاہ" اور "بور" بھی مصنف کے گہرے مشاہدے اور غور و فکر کا نتیجہ ہیں۔

نظیر صدیقی ان لکھنے والوں میں ہیں جو اپنے مضامین میں کم سے کم الفاظ استعمال کرتے ہیں لیکن کہیں سلیقۂ اظہار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ وہ اپنے مضمون کی نوک پلک درست کرنے میں خاص توجہ سے کام لیتے ہیں۔ ان کے مضامین کا تانا بانا تو انگریزی زبان کے انشائیوں کا سا ہوتا ہے۔ لیکن پیرایۂ اظہار میں وہ رشید احمد صدیقی سے خاصے متاثر رہے ہیں۔ کہیں کہیں طنز میں بھی وہ رشید صاحب کے شاگرد معنوی معلوم ہوتے ہیں:-

"مجھے ٹھیک نہیں معلوم کہ انسان حضرت آدم کے خاندان سے ہے یا بندر کی نسل سے لیکن کچھ ایسا محسوس کرتا ہوں کہ اگر انسان بندر کی نسل سے نہیں ہے تو شاید یہ بات خود انسان کے لئے اتنی باعث فخر نہیں جتنا بندر کے لئے۔" (یہ انسان)

"بیٹھے بٹھائے قدرت نے بڑے بڑے ہنگامے پیدا کئے، اور انسان نے عجیب و غریب کارنامے دکھائے۔ البتہ جو لوگ نہ کارنامے انجام دے سکے اور نہ ہنگامے پیدا کر سکے انھوں نے اولاد پیدا کرنے پر اکتفا کر لی۔" (بیٹھے بٹھائے)

"اس وقت مجھے ان کا ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ ایک مرتبہ وہ ایک اپنے دوست کے یہاں گئے جو اپنے نوکروں سے لے کر دوستوں تک کو "ارے خانہ خراب" کے الفاظ سے خطاب کرتے تھے۔ باتوں باتوں میں انھوں نے مرحوم کو بھی خانہ خراب کہہ دیا۔ اس پر مرحوم نے کہا دیکھئے حضرت! یہ الفاظ اگر آپ میرے گھر پر استعمال کرتے تو مجھے اعتراض نہ ہوتا لیکن یہاں ان کا استعمال اس لئے غلط ہے کہ خانہ آپ کا ہے اور خرابی میری ہو رہی ہے۔"

(نظیر صدیقی مرحوم)

لیکن نظیر صدیقی نے رشید صاحب کے اس پیرایۂ اظہار کو اپنا "کوبڑ" نہیں بنایا۔ ان کی اپنی شخصیت اور زندگی کے بعض مشاہدات و تجربات کے متعلق ان کا اپنا انداز نظر ہے۔ انھوں نے طنز و مزاح کے متنی طنزیہ و مزاحیہ فقروں کی تراش یا دوسرے مصنفین کے نثر پاروں کا چربہ اڑانا نہیں سیکھا بلکہ بعض حقایق پر ان کا رد عمل ذاتی ہے اسی لئے ان کی صداقت اور ان کا تیکھا پن ہمیں اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ مثلاً

"انسان کی ایک آفاقی خصوصیت یہ رہی ہے کہ ہر انسان جوانی میں عیاشی کرتا ہے اور بڑھاپے میں عبادت۔ جو لوگ اپنی جوانی کو عبادت میں ضائع کر دیتے ہیں وہ اپنے بڑھاپے کو عیاشی سے خالی نہیں جانے دیتے۔ عیاشی اور عبادت انسان کے دو ایسے جسمانی اور روحانی امراض ہیں جن کا علاج ابھی تک سائنس بھی دریافت نہیں کر سکی ہے۔"

(یہ انسان)

"خدا کا شکر ہے کہ مرحوم افسانہ نگاری یا ناول نگاری کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ ان کی ادبی دلچسپی کا مرکز تنقید نگاری تھا۔ ادب کی اس صنف نے ان کی مریضانہ ذہنیت کا بھرم کھلنے نہ دیا کیونکہ تنقید میں مریض بھی محتسب بن جاتا ہے اور بن سکتا ہے، لیکن افسانہ نگاری اور ناول نگاری میں محتسب بھی مریض معلوم ہوتا ہے۔"

(نظیر صدیقی مرحوم)

"دنیا میں جس طرح امیروں اور غریبوں کے طبقے ہیں، اس طرح بور قسم کے لوگوں کا کوئی طبقہ نہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ لوگوں کے ہر طبقے اور ہر طبقے کے لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو میں یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ جس طرح ہر بچے کے اندر ایک آدمی پوشیدہ ہوتا ہے اسی طرح ہر آدمی کے اندر ایک بور چھپا ہوتا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام لوگ ایک دوسرے کے پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو بور کہا کرتے ہیں یعنی ہر آدمی اپنے سوا دنیا کے ہر آدمی کو بور سمجھتا ہے۔ یہ اور بات کہ کوئی آدمی ادنیٰ درجے کا بور ہوتا ہے اور کوئی اعلیٰ درجے کا۔ کوئی گمنام بور ہوتا ہے اور کوئی بدنام۔" (بور)

اس مجموعے کے بعض مضامین مثلاً "نظیر صدیقی مرحوم" "جہاں میں رہتا ہوں" "شادی" "حمیدیہ اسکول آف اردو پوئٹری" "اشتہار یا انکشاف" اور "بیسویں صدی (یا بیسویں صدی کے نقطۂ نظر سے)" پڑھنے کے بعد ممکن ہے ان کے ظاہری ڈھانچے اور عنوانات کی بنا پر بعض قارئین کو پطرس، رشید احمد صدیقی، کرشن چندر (ہوائی قلعے والے) اور کنہیا لال کپور کے چند مضامین کا پرتو پڑتا ہوا محسوس ہو۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ ان مضامین کی بنیاد بھی مصنف کے ذاتی مشاہدات اور ذاتی رد عمل پر ہے۔ نظیر صدیقی نے مواد، اسلوب اور طرز فکر ہر اعتبار سے اپنا راستہ نکالنے کی کوشش کی ہے اور عام طور پر وہ کامیاب رہے ہیں۔ امید ہے کہ انشائیہ نگار کی حیثیت سے یہ مجموعہ ان کے فنی کارناموں کا خوش آئند نقطۂ آغاز ثابت ہوگا۔

پبلشر نذیر حسن پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن سے شائع کیا